قانتہ رابعہ

فی زمانہ ہر شخص افراتفری کا شکار ہے۔ آگ بھڑھنے کی دور میں اسے کسی کی طرف مڑ کر دیکھنے کی فرصت نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے اس کی صورتحال دریافت کریں اور جواب ملے کہ وہ خوشحال ہے تو لامحالہ خوشحالی سے مراد صرف مادی حساب سے خوشحالی ہو گا۔۔۔ وگرنہ بیس لاکھ کی گاڑی میں بیٹھ کر، پانچ لاکھ کی گھڑی اور دس ہزار کا لباس زیب تن کر کے بھی اس کا اندر بدحال ہی ہوتا ہے۔ اسے اپنی مرضی سے ایک لقمہ کھانا بھی مشکل ہے

کیا میں نے غلط کہا؟ بلڈ پریشر نے نمک، گھی انڈہ، چھڑوادیا، کولسٹرول نے گوشت، چکنائی کا بائیکاٹ کروادیا تو شوگر نے میٹھے اور میٹھے سی بنی ہر چیز کو شجر ممنوعہ قرار دے دیا، کسی روگ نے مرچوں سے پرہیز کروادیا تو کسی نے ہر سبزی اور ٹماٹر تک کا درشن نہ کرنے دیا۔ کسی بیماری نے چاول چھڑوائے تو کسی نے روٹی۔ رہی سہی کسر اس کے بیرونی حالات پوری کر دیتے ہیں موبائل، کیبل اور انٹرنیٹ نے سگی اولاد کو ماں باپ سے دور کر دیا ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ موبائل پر بھیجا گیا میسج یا انٹرنیٹ پر بھیجا گیا کارڈ محبتوں کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟

قصہ مختصر میرے ساتھ ایسا کوئی مسلہ نہیں ہے۔۔ مین اندر اور باہر، ہر دو جگہ سے ہر دو طرح سے خوشحال ہوں۔ میرے پاس بینک بیلنس اور نیک نامی، عزت و شہرت کی کمی نہیں ہے۔۔ میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر، مقامی کالج کا پرنسپل اور مشہور و معروف اکیڈمی سائنس ورلڈ کا ایمڈی ہوں۔ میری بیوی گانتا کالوجسٹ ہے۔۔۔ جس کے پاس دوسرے شہروں کی بیگمات، آنا، بڑے شہروں کی مشہور و معروف لمبی لمبی ڈگریوں کی بہ نسبت زیادہ پسند کرتی ہیں۔

میرے چار بچے ہیں دو بیٹے دو بیٹیاں۔ مزے کی بات یہ کہ میرے دونوں بیٹے بھی جڑواں ہیں اور بیٹیاں جو ان سے تین سال چھوٹی ہیں۔ وہ بھی جڑواں۔ عادات اور شکل و صورت میں ان کے مزاج پسند نہ پسند اتنے ملتے جلتے ہیں کہ میرے گھر میں ٹینشن، لڑائی یا ہنگامہ آرائی کی کیفیت نہیں ہوتی۔

ہم لوگ ناشتہ، لنچ یہاں تک کہ رات کا کھانا بھی اکھٹے کھاتے ہیں، میرے بچے اور بچوں کی ماں نے کبھی مجھے کسی شکایت کا موقعہ فراہم نہیں کیا

میں حج کر چکا ہوں اور زندگی کے آخری سانس تک اسے قائم رکھنے کی کوشش میں ہوں۔

میرے بچے اور بیوی کے ساتھ قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں میرا گھر میری جنت اور میرے خوبصورت گھر کو خوبصورت ترین بنانے میں میرے اہل خانہ کی خوبصورتی شامل ہے۔ آپ حیران ہونگے مجھے میری بیوی نے اتنی مصروفیات کے باوجود اتنی توجہ، محبت اور وقت دیا ہے کہ مجھے کسی اور عورت کی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔۔۔ ہم دونوں کی خواہشات، منصوبے اور ارادے ایک جیسے ہیں۔ ہماری اکثر بات چیت شروع ہوتی ہے تو دوسرا فریق میں نے جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے کے مصداق وہ فقرہ مکمل کر دیتا ہے

ایسے ہی ہم دونوں کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ آجاتی ہے۔ محبتیں وجود میں جلترنگ پیدا کرتی ہیں۔ اور ہمارے لہجے میں کھنک آجاتی ہے۔ ہم دونوں ہی کہہ اٹھتے ہیں، اللہ تیرا تیرا شکر ہے، بلکہ مجھے جب شکرانے کے جھلملاتے تاروں جیسے آنسو اپنی بیوی رومی کی آنکھوں میں نظر آتے ہیں تو میں سوچ کر سجدہ، شکر بجا لانے کے لیے وضو کرنے لگ جاتا ہوں۔ جتنا گڑ ڈالو گئے اتنا ہی میٹھا ہو گا اس طرح اللہ تعالی نے بھی قرآن پاک میں بارہا کہا ہے تم جتنا شکر ادا کرو گے میں تمہیں اور زیادہ ضرور دوں گا

کیا آپ کو میرے رب ج کی کسی بات میں شبہ ہے۔۔۔؟؟ چلیں اتنی پہلیاں بجھوانا بند کرتا ہوں لیکن میری خوشحال زندگی کی داستان سے پہلے ایک بات بتا دوں میری زندگی کی بنیاد اور عمر بن عبدالعزیز میں ایک بات مشترک ہے وہ آپ نے اپنے بچپن میں خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رات کو گشت کرنے والی کہانی ضرور پڑھی ہو گی جس میں انہیں ماں بیٹی کی گفتگو سننے کو ملتی ہے۔ ماں جب بیٹی کو دودھ میں پانی ملانے کی تاکید کرتی ہے اور کہتی ہے کون سا امیر المومنین دیکھ رہے ہیں، تو بیٹی نے یہ کہہ کر ماں کو لاجواب کر دیا تھا اماں امیر المومنین تو نہیں دیکھ رہے لیکن ان کا خدا تو دیکھ رہا ہے اور ماں دودھ میں پانی ملانے سے باز رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ

گفتگو سنی تو اگلے ہی دن اس ماں بیٹی کے متعلق معلومات حاصل کیں، ان کی دور س نگاہوں نے اس لڑکی میں وہ خوبی دیکھ لی تھی جو کسی بھی مرد کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب کروا سکتی ہے۔۔۔اپنے بیٹے سے جب اس لڑکی کا نکاح کیا

بہو بنا کر گزر لا توکل زمانے نے اور رہتی دنیا کی تاریخ نے اس لڑکی کی خوبی کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ تعریف بھی کی اللہ نے یہ تعریف ان کو عمر بن عبد العزیز جیسا بیٹا ان کی نسل سے عطا کر کے ایک چھوٹے سے سچ کا اللہ تعالی نے جتنا بڑا انعام دیا۔۔ وہ اس پر اپنی تصدیق کی مہر ہے۔۔۔

میں مہر احسان ولد مہر اکرم احمد اسی سچ کی پیروی میں دنیا کی ہر چھوٹی بڑی خوشی سے آراستہ ہوں۔۔

کیسے۔ آئیں آپ کو اپنی کہانی سناتا ہوں۔۔۔

یہ دسمبر کی ایک سرد تریں سہ پہر تھی۔ سردی نقطہء انجماد سے نیچے پہنچ چکی تھی بوڑھے تو بوڑھے ہم جیسے شیر جوانوں کی ہڈیاں تک اس سردی سے قلفی کی طرح جم چکی تھیں کئی دنوں سے وہ سورج جو گرمیوں میں آگ کے شعلے برساتا، قہر توڑتا تھا سردی سے ٹھٹھرتا، سکرتا ہی غروب ہو جاتا۔ درخت کا ہر پتہ سردی سے کانپ رہا تھا خود میں جو سویٹر۔ جرسی کے اوپر گرم لیدر کی جیکٹ پہنے ہوئے جسم کو کسی حد تک اس جان لیوا سردی سے محفوظ کر چکا تھا لیکن ناک جیسے سردی سے سن ہو چکی تھی۔ اس سردی سے ٹھٹھرتا ہوا اسٹور میں داخل ہوا تو انکل اپنی شفٹ پوری کر کے جا چکے تھے ۔ آسمان سے بھرے بادل بس برسنے کو تیار تھے۔ اندر اسٹور گاہکوں سے بھرا پڑا تھا کرسمس کے علاوہ ویک اینڈ بھی تھا۔ ہر بندہ بشر رات سے پہلے پہلے سودا سلف خرید کر گھر پہنچانا چاہتا تھا۔ کوئٹہ کی برفانی ہواوں نے سینکڑوں میل دور اس چھوٹے سے شہر کو شکار بنایا

بہر حال انڈے، ڈبل روٹی، ڈرائی فروٹ سے لے کر سردی کی ہر چیز اس سویٹس بیکرز اینڈ جنرل اسٹور سے دستیاب تھی

سیلز مین اپنی حد تک پھرتی دکھا رہے تھے مگر کہاں۔۔۔۔۔۔ دو چار روپے کی ٹافیوں سے دس دس ہزار تک کے سودے فراہم کرنا، ان کی لسٹ، ریٹ پھر کلکولیٹ کرنا۔ کسی کو بقایا دینا کہاں کی سردی اور کہاں کی بارش؟ سب کچھ بھول کے میں بھی گاہکوں کی سروس میں مصروف ہو گیا۔ مجھے بلکل یاد نہیں ان دو خواتین میں سے کس نے بل پکڑا ۔۔۔ اور کس نے ادائیگی کی وہ تو بس اتنا یاد ہے کہ ان کے جاتے ہی باقی گاہک فارغ ہو چکے تھے۔۔ میں سامنے حبیب حبیب سنٹر میں داخل ہو چکی تھیں۔۔ سنٹر میں داخل ہونے والوں کو دیکھنے لگا۔ یہاں سے نکل کر وہ دو خواتین میں نے رقم کی طرف دھیان دیا

ہائیں یہ کیا؟ سترہ سو روپے کی بجائے گیارہ سو روپے میں پریشان رہ گیا اکٹھے چھ سو روپے۔

کیا غلط فہمی میں سات کو ایک سمجھا گیا؟ یا روایتی ہوشیاری دکھائی گئی ہے۔ انکل تو ایک پیسے کی بخشش کے قائل نہیں کجا چھ سو یکمشت۔۔

کروں تو کیا کروں۔۔؟ میں نے الیاس کو آواز دی۔۔۔ الیاس یہ رقم چھ سو کم ہے۔۔۔ تمہیں پتہ ہے یہ بل کس کا ہے ؟ میرے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔۔۔۔۔

یہ بل انہی دو خواتین نے ادا کیا تھا جو ابھی حبیب سنٹر میں داخل ہوئی ہیں

الیاس بھی کسی کام سے باہر جا چکا تھا۔ کیا میں خود خواتین سے پیسے لینے جاؤں؟ کس قدر شرمندگی کی بات ہے مین روڈ کے بیچوں بیچ میں وضاحت کر کے ہاتھ پھیلاؤں

معزز خواتین یہ بل تو زرا دکھایے۔۔۔۔۔

خود ہی دل ہی دل میں سوال و جواب کرتے ہوئے میں نے سوچا اگر ان دو۔ معزز خواتین نے صاف انکار کر دیا ہم نے سترہ سوادا کیے ہیں پھر؟؟؟

اف میری نظریں ان دونوں خواتین کی طرف اٹھیں۔ وہ سڑک پر پہنچ چکی تھیں

میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ انکل تو چمڑی جا پر دمڑی نہ جا کے قائل ہیں۔۔۔ ان چھ سو میں میری چمڑی انہیں مہنگی نہ لگے گی۔

میں کاونٹر سیٹ سے اٹھا۔ ہمت مرداں۔ مدد خدا، پیسے مانگ کر تو دیکھوں۔ میں نے حفظ ما تقدم کے طور پر گلا صاف کیا آخر خواتین سے گفتگو جو فرمانا تھی۔۔

اگلے ہی لمحے مجھے اس کاونٹر پر بیٹھنا پڑا۔ ان میں سے ایک خواتین جو بلیک گاون پرنٹڈ سکارف میں تھی، تیزی سے اندر آئی۔

سوری سر، بل سترہ سو روپے تھا ہم نے گیارہ سو پے کیے ہیں اس کے علاوہ یہ جکن مایونیز کی بوتل ایکسٹرا ہے، شاید غلطی سے آپ کے ملازم نے ہمارے شاپر میں ڈال دی تھی۔ اور پھرتی سے مایونیز کی بوتل کاونٹر پر رکھی چھ سو روپے نکالے۔۔۔ اور بغیر کسی کی طرف

دیکھے، رکھ کر واپس چلی گئی۔۔۔ میں بڑی خوشگوار حیرت میں مبتلا تھا۔۔۔ آج تک میں نے بھاو تاو کرے میں خواتین کے ہنر ہی دیکھے تھے۔۔ دو چار روپے کے لیے بحث کرتے دیکھا تھا۔۔۔ یہ کیسا انوکھا تجربہ ہے۔ سترہ اٹھارہ سالہ لڑکی جو چھ سو روپے بغیر مانگے صرف ضمیر کی گواہی پر مجھے واپس کر گئی ہے۔۔۔ کیا مجھے اس کا اتہ پتہ معلوم تھا جو نہ دیتی تو لینے چلا جاتا؟؟

میں نے کسی افسانوی، فلمی یا ڈرامائی سچویشن کا منظر نہ تھا کہ اس کے ہاتھ سے کوئی کارڈ گر جاتا جس پر اس کا ایڈریس لکھا ہوتا یا پھر اس کی کوئی کتاب میرے پاس رہ جاتی جس کو واپس کرنے کے بہانے میں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیتا

میں حقیقی دنیا میں رہنے والا، ایم ایس سی فرسٹ لاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کرنے والا ایک نوجوان تھا جس کے ماں باپ ان پڑھ غریب لوگ تھے اس کے ایک رشتے کے بجا شہر من اسے لانے، تعلیم دلانے کا بیڑہ اٹھایا۔۔انکل بے اولاد تھے۔۔ان کا شہر میں مشہور بیکرز سٹور تھا جس پر وہ ان کے احسان کا بدلہ کسی حد تک چکانے کے لیے چند گھنٹے ضرور گزارتا تھا۔ دولت میری اولین ترجیح ہونی چاہیے تھی لیکن ہمیشہ اخلاقی اقدار میں برتری، کو ترجیح دی ہے اور غالبا نہیں یقینا میں پاکستان کے ان چند نوجوانوں میں سے ہوں جنہوں نے سول سروس کا امتحان کامیابی سے پاس کرنے کے بعد لمبی گاڑی، شوفر، کوٹھی کے خواب دیکھنے کی بجائے مقامی کالج میں لکچرر شپ کو ترجیح دی علم کو دولتکے حصول کے لیے بیچن

مجھے کبھی پسند نہیں رہا اس لیے اکیڈمی اور ٹیوشن سنٹر میں پڑھانے کی بجائے کالج میں بھرپور توجہ طلباء پر دے کو حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے، خیر میں کہاں سے کہاں نکل گیا۔بات تو ہو رہی تھی اس روز زمین پر رہنے کے لیے مجھے کسی حسین چہرے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ حیران ہونگے۔۔بیوی کے لیے حسین ہونا شرط نہیں ہے۔۔۔بیوی اور ماڈل گرل میں کچھ فرق تو ہونا چاہیے۔

دولت بھی بزرگوں کے اس حوالے سے کہ شادی کے بعد مال بیوی کے مقدر سے اور اولاد شوہر کی تقدیر سے ملتی ہے ،میں دولت کو بھی ایک طرف رکھ دیتا ہوں ہاں بیوی کے لیے بارہا، جو چہرہ جو خیال، جو منظر آیا ہے وہ انتہائی باشعور، باوفا اور زمہ دار خاتون کا ہے۔۔۔میرے خیال میں اگر یہ تینوں شرائط مد نظر رکھی جائیں تو آپ ایک کامیاب

زندگی گزار سکتے ہیں۔۔۔

میں نے ہمیشہ خدا سے بھی نیکی سے محبت اور پھر اس نیکی پر قائم رکھنے کی دعا مانگی ہے، جب میں دو چار روپے کی خاطر آج کل کی اداکاروں جیسی شکل و شباہت اپنانے والی لڑکیوں کو دیکھتا ہوں کس طرح ادائیں، جلوے دکھا کر متاثر کرتی ہیں۔ تو من اور زیادہ غیر متاثر ہو جاتا ہوں۔۔۔شاید یہی وجہ تھی اس لڑکی کی ایک معمولی سی کارکردگی نے میرے دل و دماغ پر اس کا سکہ بٹھا دیا۔۔اس کی بے نیازی، خود اعتمادی پر میں گنگ تھا۔۔ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میرے دماغ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکی کو تمہاری بیوی ہونا چاہیے

دل نے دماغ کے اس فیصلے کو بغیر ہچکچاہٹ کے قبول کر لیا۔۔میں نے اس کے دیے ہوئے پانچ سو روپے کا نوٹ اپنے والٹ میں ڈال کر اس میں سے پانچ سو کا نوٹ کیش میں شامل کر دیا۔ مجھے اس نوٹ کی کبھی بھی ثبوت یا گواہی کے لیے ضرورت پڑ سکتی تھی۔۔۔اس لڑکی کو میں جانتا تھا پہچانتا تھا لیکن مجھ اس کی تشویش بھی نہیں تھی کیونکہ مجھے پورا یقین تھا میرا خدا ہی نیکی کے معمولی بیج کو مناسب ماحول دیتا ہے اور ضرور دیتا ہے اس تک پہنچنے کے باعزت راستے وہ خود ہی پیدا کرے گا۔۔ویسے بھی زیادہ تردد کیوں کرتا اس لڑکی کو میں نے سڑک پر جس خواتین کے ساتھ محو گفتگو دیکھا تھا وہ اس مقامی کالج کی پرنسپل تھیں جس میں، میں فزکس کا پریڈ لیتا تھا۔

اگلے دن فزکس کا پریڈ لیتے ہوئے وہی سکارف وہی گاون میرے سامنے تھا۔ گویا وہ سیکنڈ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی۔۔میرے انداز و اطوار میں کوئی چھچھورا پن نہیں تھا۔۔سب سٹوڈنٹس جب مجھے سر کہتیں تو میں اپنے آپ کو ان کا روحانی باپ محسوس کرتا کہ میں علم تقسیم کرنے کے لیے منتخب تھا۔۔میرے کردار گفتار اور لہجے میں ہمیشہ صنف نازک کے لیے احترام کا پیمانہ حاوی رہا۔۔۔یہی وجہ تھی گرلز کالج میں اس دفعہ میرے سبجیکٹ کا رزلٹ نواسی فیصد رہا بلکہ روحی افتخار وہ روشن ستارہ ثابت ہوئی جس نے فزکس میں ننانوے فیصد مارک حاصل کیے۔ میں سٹاف روم میں دیگر

سائنسی مضامین کے ساتھ اپنے مضمون کو ڈسکس کرتے ہوئے جب اس سٹوڈنٹ کو زیر بحث لایا تو میڈم فرحین نے انگلی اٹھا کر ایک لمحے کے لیے مجھ لاجواب کر دیا۔

مہر احسان آپ اس سٹوڈنٹ کے لیے کچھ زیادہ ایموشنل نہیں ہو رہے

غالبا میرا چہرہ سرخ ہوا ہو گا جو سب کے چہروں پر مسکراہٹ آ گئی۔ میں بھی کھسیانا ہو گیا لیکن اب کچھ زیادہ محتاط ہو گیا۔ جب قدرت نے میرے ارادے کو عمل کا لباس پہنایا۔ مجھے مجنوں یا فرہاد بننے کی ضرورت پیش آئینہ مجھے ان کی طرح مشقوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہوا ہوں کل میری اسی سٹوڈنٹ کو ٹائیفائڈ فائنل سے پہلے ہوا۔۔ مجھے کالج میں میڈم فرحین نے کال کیا۔۔ ان کے کچھ کہنے سننے سے پہلے میں نے بات کے لیے سٹارٹ لیا۔

میڈم اگر آپ پسند کریں تو میں ان کو کالج میں کچھ ایکسٹرا ٹائم دے دیا کروں؟

میڈم فرحین نے حیران ہو کر مجھے دیکھا۔۔ آپ کو کیا معلوم میں آپ سے یہی بات کرنے والی ہوں۔ کالج میں گزرے ماہ و سال نے مجھ لوگوں کی پہچان کرا دی تھی انہی میں سے ایک میڈم فرحین تھیں بے پناہ ذہین، بااعتماد مشق عقاب کی نظر رکھنے والی اور چیتے کی سی پھرتی سے کام کرنے اور لینے والی۔۔ عورت ہونے کے ناتے میں ان کا بے حد احترام کرتا تھا میں نے بے دھڑک جواب دیا۔

میڈم وہ میری سٹوڈنٹ جو ہیں اگر ان کی بجا کسی اور سٹوڈنٹ کے ساتھ مسلہ ہوتا تا بھی ضرور انکو ٹائم دیتا۔۔ ان تیس دنوں میں روحی کو فزکس کی تیاری کراتے ہوئے مجھے بخوبی احساس ہو چکا تھا کہ وہ بہت ریزرو رہنے والی سنجیدہ مزاج لڑکی ہے جسے ہر قیمت پر ڈاکٹر بننا ہے۔۔ اور بس۔۔۔

امتحان کے بعد رزلٹ آنے میں چار ماہ لگے۔ میڈم فرحین سے اکثر گپ شپ رہتی۔۔۔۔ وہ

لڑکیوں کے معاملہ میں شاید مجھ سے زیادہ احساس تھیں،معاملہ روحی کو فزکس پڑھانے کا تھایا کلاس میں پریڈ لینے کا،وہ کالج کی کسی نہ کسی ایک خاتون ملازمہ کو ضرور اس وقت اس کمرے میں آن ڈیوٹی رکھتیں۔۔ میتھس اور کیمسٹری کے لیے سر ابرار اور انجم الھدیٰ ڈگری کالج آتے اور ان حفظ ما تقدم قسم کی پابندیوں پر واپس سٹاف میں جا کر خوب مذاق اُڑاتے۔

میں نے دو چار دفعہ دبے دبے لہجے میں میڈم فرحین کے اس عمل کی تعریف کرنا چاہی تو مجھے اندازہ ہوا یہ سب بیکار ہے۔یہ دونوں مردزات کے اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں صرف گھر کی عورت محترم لگتی ہے۔

خیر رزلٹ آنے پر میں اپنی گرلز کالج کی سٹوڈنٹس کا پتہ کرنے کے لیے کالج جانا چاہ رہا تھا کہ میڈم فرحین کا فون آیا۔ سر احسان رول نمبر اُنیس نے بورڈ میں ٹاپ کیا ہے۔سائنس سبجیکٹس میں پہلی پوزیشن لی ہے۔میرا خیال ہے اس کے اساتذہ کو ریپریذینٹ کرنے کے لیے آپ کو ساتھ جانا پڑے گا۔۔

میڈم فرحین اور ساتھ رول نمبر انیس روحی کی چند رشتہ دار خواتین اور میں جب میڈل لینے کے لیے بورڈ کی عمارات میں داخل ہوئے تو ان آنکھوں میں غیر معمولی سنجیدگی تھی۔خوشی کا ذرہ بھر احساس ان روشن آنکھوں میں نہیں تھا ۔میڈل لینے اور سٹیج سے واپس آنے پر۔اپنے تاثرات کے اظہار میں کوئی گرم جوشی نہیں تھی۔۔میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ اس سنجیدگی اور سرد رویے کی وجہ کیا ہے

لیکن کس سے پوچھتا۔یہ بات میرے اندر کھلبلی مچا چکی تھی اور میں اس قدر پریشان تھا کہ سٹور پر انکل نے کئی دفعہ ٹوکا۔۔

احسان کیابات ہے ؟کوئی مسلہ ہے میں بے دلی سے مسکرایا۔۔۔کوئی بات نہیں انکل

کل آپ نے نوٹ کیا ہو گا رول نمبر انیس بہت ٹینس تھی میڈم فرحین سے اگلے دن میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔اور جھجکتے جھجکتے کہامیڈم لیکن یہ اس کا پرسنل معاملہ ہے۔اس لیے میں نے پوچھنا مناسب نہیں سمجھا

کچھ مسائل ایسے ہیں کہ وہ میڈیکل کی تعلیم شاید نہ حاصل کر سکے انہوں نے دھماکہ کیا۔۔۔

لیکن وہ میری اتنی ذہین سٹوڈنٹ ہے میں دل سے چاہتا ہوں وہ ڈاکٹر بنے۔۔۔انہوں نے کہا،ہے تو اس کا ذاتی معاملہ، کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟

مجھے اپنے ہاتھ پاوں ٹھنڈے پڑتے محسوس ہو رہے تھے۔۔۔مسلہ صرف اتنا ہے کہ اس کے خاندان میں عورت کی بے حرمتی کے دو تین واقعات پیش آئے۔۔ایک کزن ڈاکٹر بننے کے لیے میڈیکل کالج میں گئی اور میڈیسن کی تعلیم کو دور پھینک کے ٹی وی کے ڈراموں میں کام کرنے لگی۔اس واقعہ کو گزرے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ کالج کے ہاسٹل سے ایک لڑکی غائب ہوئی اور بتیس گھنٹوں کے بعد اس کی ڈیڈ باڈی،بہت بری حالت میں ہاسٹل کے باہر ملی ان سب واقعات نے سمجھدار ماوں اور باپ کو بہت محتاط کر دیا ہے.بلخصوص اب بچیوں کے لیے زیادہ مسلہ ہے جن کے سر پرست بھی موجود نہ ہوں

اور دور دراز شہروں میں ہوسٹل میں رہنا پڑے۔کیا ان کی عزت کی کوئی گارنٹی دے سکتا ہے ؟؟؟؟وہ حالات جو مجھے اس بچی کے معلوم ہو ہیں جو میری سٹوڈنٹ ہی نہیں میری اکلوتی بیٹی بھی ہے۔اگر یہی حالات رہے تو مجھے لگتا ہے بہت سی ذہین بچیوں کو اپنے ڈاکٹر بننے کے خواب خود ہی بیچنا پڑیں۔

میں سن ہو کر رہ گیا۔۔۔اور میرے خدایا اس قدر ذہین بچی۔۔۔پورے بورڈ میں پہلے نمبر پر آنے والی۔۔پتہ نہیں کیسے۔۔۔کہوں۔۔میرے ہونٹوں سے بس ایک فقرا نکلا۔۔۔

میڈم روحی کو ہر صورت میں ڈاکٹر بننا چاہیے۔ اس کا ٹیلنٹ میں ضائع نہیں ہونے دوں گا۔۔ پھر قطرہ قطرہ، لمحہ لمحہ، میں نے بیتے دنوں کا بھید۔۔۔ اس نیکی کو پانے کی خواہش کا اظہار میں نے کر دیا۔۔۔ جو راز تھا۔۔ شاید اس کے آشکار ہونے کا وقت اللہ لے کر آیا تھا۔۔۔ میڈم نے پوری بات سنی۔۔۔ اور ایک راستہ نکالا۔۔۔۔

سر احسان۔۔۔ اس کا حل یہ ہے کہ کوئی علم دوست بہت محبت والا، مخلص بندہ اس کا ہمسفر بنے اور اس کی تعلیم کو جاری رکھے

مین نے فوراً گرم جوشی سے کہا میڈم آپ ان کے گھر والوں کو یقین دلا دیں، میں بے حد مخلص۔۔ محبت کرنے والا علم دوست ہمسفر ثابت ہوں گا

اللہ یقیناً بہتری کرے گا۔۔۔ میڈم نے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔۔

میرا نام روحی افتخار ہے

میں بہاولپور کے ایک قریبی قصبے میں رہتی ہوں۔۔ بہاولپور کی بجا میں نے اپنا کلینک اس نواحی قصبے میں بنایا، جس میں میری رہاش ہے۔ لوگ اسے پاگل پن کہتے ہیں۔۔۔ اور اکثر یہ جملہ دہراتے ہیں

بہاولپور میں کلینک کرتی تو پیسہ کماتیں۔ لیکن میں فخریہ کہتہ ہوں مجھے پیسے کی حرص نہیں۔۔۔۔

حلال کی چھ گھنٹے کی کمائی میں جتنا میرا مقدر ہے۔۔ وہ مجھے مل کر رہے گا۔۔ ویسے بھی مجھے بہاولپور جانے کی ضرورت کیا ہے ؟؟؟

بہاولپور کی تمام فوجی آفیسرز تک کی بیگمات سی ایم ایچ کی بجا اس نواحی قصبے میں میرے پاس آتی ہیں۔۔۔۔ لوگ قصبوں سے شہروں میں ریفر کرتے ہیں۔ لیکن یہاں شہروں سے میری طرف مریض ریفر کیے جاتے ہیں

میرے کلینک میں غریب، نادار اور مستحق خواتین کو اسی توجہ محبت سے دیکھا جاتا ہے۔ جتنی توجہ اور محبت سے ایم پی اے۔ ایم این ایز کی بیگمات کو۔۔۔ اکثر کلینک جاتے ہوئے ایک فقرہ سننے کو ملتا ہے

بہن ڈاکٹر روحی کے پاس جاو اس کے ہاتھ مں بڑی شفاء ہے۔۔۔ تو مں فخر کی بجائے مزید ڈر جاتی ہوں۔۔ اللہ اس بھرم کو تو ہمیشہ قائم رکھنا۔۔ شکرانے کے طور پر میں اکثر غریب خواتین سے پیسے نہیں لیتی۔۔ بلکہ ادویات بھی جہاں تک ہو سکتا ہے فراہم کرتی ہوں۔۔

آپ نے ایک دن دنیا و آخرت والا محاورہ یا معقولہ سنا ہے نہاں۔۔ اللہ مجھے دنیا میں دس گنا سے زیادہ دے رہا ہے۔۔۔ تو میں سوچتی ہوں آخرت میں کتنا دے گا۔ کبھی کسی پبلک فنکشن یا بچوں کے تعلیمی اداروں میں جانا پڑے تو میں ہر شخص کے دل میں اپنے لیے جتنی محبت پاتی ہوں، اس پر ہمیشہ شرمسار رہتی ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں اللہ حلال اور سچ کو پسند کرتا ہے۔۔ شاید یہی وہ دو لفظ۔۔۔ دو خوبیاں ہیں جنھوں نے میری زندگی میں کامیابیوں کی ہر منزل تک پہنچانا آسان کر دیا ہے۔۔۔

میرے بیٹے اولیول کر رہے ہیں۔ اللہ نے انہیں پیاری کتاب کے حفظ کی سعادت دی ہے۔۔

میری بیٹیاں بہت سمجھدار اور پیاری ہیں۔ میرے میاں مہر احسان، اس وقت میرے لیے روز زمین پر سب سے معتبر اور مخلص ہیں۔ میرے در پر خوشیاں ہی خوشیاں ہیں، انسان ہونے کے ناطے اگر غم یا پریشانی لاحق بھی ہو تو مثال اس انسان کی ہوتی ہے جو چاروں طرف شیشے کے باکس میں محفوظ ہو، باہر آگ لگے آندھی آئے اولے پڑیں وہ انسان ان اثرات سے محفوظ ہوتا ہے

ہمارے دلوں کو اللہ نے غم پروف بنا دیا ہے۔

یہ وقتی پریشانیاں ہمیں مزید نکھار اور سنوار دیتی ہیں۔ اگر کسی کو خشحالی یا اطمینان کے ناپنے کے پیمانے کا علم ہو تو وہ یہی نتیجہ دے گا

اس وقت مہر احسان ڈاکٹر روحی افتخار اس کائنات کے خوشحال ترین لوگ ہیں

یہ اعزاز اللہ نے مجھے کیسے دیا؟؟ مجھے بس اتنا علم ہے میرے لیے زندگی کا یادگار دن وہ تھا

جب بابا نے مجھے پانچویں کلاس میں فرسٹ آنے پر کچھ کھلونے اور سٹوری بکس دیتے ہوئے کہا۔

روحی بیٹا اگر تم چاہتی ہو کہ ہمیشہ ہر بندہ تمہاری عزت، رعب کے ساتھ نہیں۔ محبت کے ساتھ کرے تو ہمیشہ حلال کا دھیان رکھنا اور سچ بولنا۔۔

ماما نے آکہ ہنس کے بابا کی بات کاٹ دی۔ کیا بات ہے۔ اس کے بڑے ہونے کا انتظار نہیں کریں گے آج ہی ساری ڈوز پلا دیں گے؟

بابا نے مجھے سینے سے لگا رکھا تھا۔ ان کی آواز کی لرزش پر ماما بھی گبھرا گئیں۔۔ اور یہ گبھراہٹ ان کی بیوگی اور میری یتیمی کی شکل میں چند گھنٹوں میں سامنے آگئی

حلال، سچ، حیا مجھے بابا کے یہ تین لفظ ہر وقت گھیرے رکھتے۔۔ پہلی دفعہ جب اردو کے پرچے میں مارکنگ میں غلطی ہوئی ٹوٹل اناسی کی بجائے نوے دیکھا تو مس ٹیچر افشاں کے پاس گئی۔

ٹیچر، ٹوٹل غلط میرے ماکس اناسی بنتے ہیں۔۔ ٹیچر نے نظریں اُٹھا کر میری طرف دیکھا گھورتی رہیں۔۔ گھورتی رہیں۔۔ پھر کہا جاو بیٹھو۔۔

اگلی صبح اسمبلی میں وہی ٹیچر گلا صاف کرتے ہوئے بچوں سے مخاطب ہوئیں، سکول کے پرنسپل بھی ان کے پاس کھڑے تھے۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہنے لگیں بچو یہ ایک ٹرافی اس سٹوڈنٹ کو دینا ہے جس کی پہلی پوزیشن تھی لیکن اس نے آکر کہا میری کوئی پوزیشن نہیں بن رہی آپ نے ٹوٹل غلط کیا ہے۔۔ میں بلاوں گی اپنی پیاری سٹوڈنٹ روحی افتخار کو۔۔

بہت زیادہ تالیوں کے شور من مجھے صرف ٹرافی ہی نہیں تمام سٹاف اور بچوں کا پیار، اعتماد ملا۔۔۔

یہ اپنے بابا مرحوم کی وصیت کا پہلا تحفہ تھا جو عمل کرنے پر مجھے ملا۔۔۔۔

پھر جب بھی کوئی موقعہ آیا میں نے خواہ کتنے ہی نفع یا نقصان کا ہو، ان تین چیزوں کو مد نظر رکھا۔

ماما نے جب دوسری شادی کی، میں نے نے بابا کو بھی اپنے بابا کی طرح کچھ اصول و ضوابط کا پابند پایا، لیکن ان سنہری اصولوں پر عمل نے انہیں مجھ سے قریب کر دیا۔ میری زندگی من ان کی محبت اور شفقت بن مانگے شامل ہو گئی۔۔ مسلہ اس وقت پیدا ہوا جب پھپھو کی بیٹی ڈیا یمسی میں گئی لیکن بمشکل چند ماہ ہاسٹل میں رہنے کے بعد اس کی تصاویر، ہر میگزین، ہر اخبار میں نظر آنے لگیں، ٹی وی کا کوئی ایڈ، کوئی ڈرامہ اس کے بغیر مکمل نہیں تھا۔ اس بات کو چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ ملیحہ میری دوست، پنڈی کسی کورس کے

سلسلہ میں گئی لیکن بڑی پر اسرار حالت میں گمشدگی کے دو دن بعد ہاسٹل کے باہر مردہ حالت میں پائی گئی

پاپا نے ان تین واقعات کو بڑے حوصلے کے ساتھ سنا لیکن ان کا رد عمل اس وقت ظاہر ہوا جب بورڈ کے چیرمین نے ماما کو کال کیا۔ آپکی بیٹی پوزیشن ہولڈر میں شامل ہے، آپ کل آڈیٹوریم میں تقسیم انعامات کی تقریب میں صبح دس بجے پہنچ جاہیے۔

یہ خبر سن کر میں جس خوشی سے اپنے اندر کی ایک نہو کیفیت اور ولولہ محسوس کر رہی تھی چند لمحوں میں رہی۔۔۔ سنتے

ہی پاپا نے کہا۔

فرحین، اپنی زمہ داری پر اپنی بیٹی کو دوسرے شہر بھیجنا، میری طرف سے معزرت ہے۔۔

ماما کے ساتھ ساتھ میرا رنگ فق حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ ہم دونوں جانتے تھے کہ زمین ادھر سے اُدھر ہو جائے لیکن پاپا کا فیصلہ نہیں بدل سکتا۔ ان کے منہ سے نکلے الفاظ، حتمی اور حرف آخر ہوتے ہیں۔ اس من زرہ بھر ترمیم کی گنجائش نہیں ہوتی۔

من نے بابا کی وفات پر بھی ماما کو اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا جتنا اس رات۔۔۔ وہ اسیر رات ہم دونون ماں بیٹی نے پلک جھپکاتے بغیر گزاری۔۔

نرم بستر ہمارے لیے کانٹوں کا چادر بن چکا تھا۔ ماما حوصلہ دیتی اور کہتیں تم ان شاء اللہ ضرور ڈاکٹر بنو گی۔۔۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے

وہ خزاں کا جاتا رخصت ہوتا ایک دن تھا۔۔۔ پیلی اور اداس دھوپٹنڈ منڈ درختوں سے لپٹ کر رو رہی تھی۔ آسمان پر اکا دکا بادل اور ہوا کا ہلکا سا جھونکا ان ٹنڈ منڈ درختوں کو اور لرزا دیتا۔۔۔ یا شاید میرے دل کا موسم اس خزاں رسیدہ درخت کی طرح تھا۔ ساری رات جھاگ کر گزاری، صبح کالج جاتے وقت ماما نے مجھے سینے سے لگایا۔۔ رات کے برعکس ان کے چہرے پر واضح اطمینان اور مسکراہٹ تھی۔ ان کے کسی رویے سے، کسی انداز سے پریشانی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ میں ان کو حد درجہ مطمئن دیکھ کر خوفزدہ تھی، پوچھنے کا مجھ میں حوصلہ نہیں تھا لیکن دل میں اک ہوک سی اُٹھی۔۔ صرف دس دن۔۔ اس کے بعد ڈاکومنٹس بھیجنے کی ڈیٹ گزر جائے گی دس دن گزر جانے کا پتہ بھی نہیں چلے گا میں کیا کروں گی؟؟؟

ماما کا والہانہ انداز مجھے اور تشویش میں ڈالے ہوئے تھا خلاف معمول ماما کالج سے بہت دیر سے آئیں،

میں، فکر اندیشے میں مبتلا اپنے بیڈ روم سے گیٹ کا کا چکر لگا لگا کر اپنے پاوں تھکا چکی تھی۔ جب ماما کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ مجھے دیکھ کر ماما نے ہلکی سی سمائل دی۔۔۔ پاپا اس وقت سٹڈی روم میں تھے۔۔ ماما ان کے پاس وہی چلی گئیں۔ عصر کے بعد مغرب ہوئی جب ماما باہر آئیں۔۔ ان کے انگ انگ سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ پاپا نے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ ماما نے مجھے ساتھ لیا۔۔ رات کے دس بجے واپسی پر گولڈ سیٹ، تین سوٹ کچھ ضروری اور بنیادی اشیاء کے بعد ایک فقرہ میرے پلڑے میں ڈال دیا۔۔

کیا تم ہر صورت میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہو، اس کے لیے قربانی دے سکتی ہو؟

کیا تمہیں اگر ایک شخص پوری زمہ داری کے ساتھ یہ گواہی دے کہ وہ تم سے شادی کر کے تمہارے ادھورے خوابوں میں رنگ بھر سکتا ہے تو تمہارا کیا فیصلہ ہو گا؟؟؟

میں نے فیصلے کے لیے چند منٹ مانگے تھے شادی تو مجھے کرنا ہی تھی۔ آج بھی اور کل بھی۔۔

اگر میں عزت کے ساتھ ماں باپ کے گھر سے رخصت ہوتی ہوں، تو اس نیکی کے صلہ میں خدا میری قربانی کو ضائع نہیں کرے گا۔۔۔

میں نے قلبی یکسوئی کے ساتھ ماما کو رضامندی دے دی۔۔

اور میں سمجھتی ہوں پورے چھ سال اپنی ماما کو پریشانی میں ڈالنے، اگر آپ کے پاس ایک چھاگل پانی اور ایک روٹی ہو، لمبا سفر درپیش ہو تو آپ وہ پانی، پاوں دھونے میں اور روٹی کتے کو نہیں ڈالیں گے۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ نے آپ کو ایک زندگی دی ہو اور آپ اسے بیکار کاموں میں ضائع کر دیں۔۔ میں نے قائد اعظم کا فرمان کام کام اور کام، اپنے لیے سمجھ کر زندگی کے ہر لمحے کو گرنقدر دولت سمجھا۔

ایم فل کے ارادے اور تکمیل میں اڑھائی سال لگے۔۔۔ میری دوسری شادی ایم فل کے دوران ہوئی سسرالی معاملات، گھریلو پریشانیوں نے مجھے مجبور کیا کہ مجھ ایک ہمدرد اور مخلص رفیق کی ضرورت ہے۔۔۔

میرے نئے شوہر میرے رفیق سفر ہی نہیں، رفیق شغل بھی تھے۔۔۔ ایک موضوع ایک سرکل۔۔ عدات میں بہت فرق تھا لیکن میری زندگی کی ترجیحات اور بے پناہ مصروفیت نے عورتوں کی مخصوص عادات کی طرف آنے ہی نہیں دیا۔

مجھے شادی کے بعد روحی۔۔ اپنی بیٹی کی فکر تھی لیکن اللہ نے شاید اس کے مرحوم باپ کی اس کے لیے دعاوں کو قبول کیا۔ وہ لڑکی بچپن سے ہی بہت بردبار اور سمجھدار تھی۔۔ اس نے اس لیے رشتے کو بھی بہت نیچرل انداز سے سے قبول کیا۔ اور پاپا کے دل میں جگہ بنالی۔ میں نے اسے اس کے مرحوم باپ کی کاپی پایا۔۔ عادات، شکل، طور طریقے سے وہ ہو بہو اپنے باپ کا عکس تھی سچ اور حق کے لیے جان کی بازی تک لگا دینے والی۔

لیکن اس سب کے باوجود ایک وقت ایسا آیا جو اس کی اور میری زندگی کا کڑا، نازک ترین اور مشکل ترین وقت تھا۔ کچھ گھریلو مسائل اور خاندان میں پے در پے کئی لڑکیوں کے تعلیم کے نام پر دوسرے شہر جا کر علم کے نام پر دھبہ لگانے کے قصے زبانوں پر اور پھر میڈیا میں آ۔۔ مجھے تھوڑا سا خوف تھا کہ جب روحی کا رزلٹ آیا اس کے دوسرے شہر جا کر پڑھنے کا مسلہ ہوا تو کیا کیا جائے گا؟؟

جب رزلٹ اناونس ہونے سے چوبیس گھنٹے قبل چیئر مین تعلیمی بورڈ کا اس کے پوزیشن ہولڈر ہونے کا اطلاعی فون آیا ،وہ جس قدر خوش تھی میں اسی قدر ہراساں۔۔ میں فیروز کی فطرت سے واقف تھی وہ کو سمندر میں اور زندگی بھر کے فیصلے کو ہاں یا ناں میں نبٹانے کے عادی تھے۔ میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں انہیں بتایا۔

روحی کا رزلٹ آرہا ہے، زمان صاحب نے اس کے پوزیشن ہولڈر میں شامل ہونے کی اطلاع ابھی دی ہے۔۔
ایک لمحے کے لیے انہوں نے لاتعلقی سے مجھے دیکھا۔ اور بس اتنا کہا۔ تم زمہ داری اُٹھا سکتی ہو لاہور لے جانے کی تو ٹھیک ہے میری تعرف سے معذرت۔
میری خوشیوں پر اوس پڑ گئی۔۔ روحی کو پتہ چلا تو وہ تو سکتے کی کیفیت میں تھی۔۔ آپ خود سوچیں، ایک طالب علم زندگی کے بارہ سال جس چیز کو منزل سمجھ کر کوشش۔۔ اسے منزل ملے تو اسے کہا جا تمہاری منزل یہ نہیں ہے مجھے غم تھا کوئی التجا، کوئی سفارش، کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔۔۔ جو فیروز نے کہا ہے وہی ہر صورت میں ہو گا اور اب جو قدم اُٹھانا ہے مجھے ہی اُٹھانا ہے۔۔۔ لیکن کیا؟؟؟
یہاں پر آکر میرا علم، میرا ذہن، میرا تجربہ میرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔۔ کس سے مشورہ کروں؟؟
اس دوراہے پر میں اپنے شوہر کی نافرمانی بھی نہیں کر سکتی تھی اور بیٹی کو مایوس بھی نہیں کر سکتی تھی۔ میں جو برسوں کے فیصلے لمحوں میں کرنے کی عادی تھی۔
میری قوت فیصلہ نے ہمیشہ مجھے سرخرو رکھا تھا۔ آج تہی دامان تھی۔۔
یا خدایا کیا کروں۔۔۔ مجھے لگتا تھا روحی سے پہلے میں حوصلہ چھوڑ دوں گی۔۔
میں خالی نظروں سے دیوار کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دیوار پر ایک مشہور کمپنی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا بہت خوبصورت اور ایوارڈ یافتہ کیلینڈر لٹک رہا تھا۔ کیلینڈر پر کوئی منظر تھا۔۔ جس پر میں نظر ڈال رہی تھی

جس پر میں نظر ڈال رہی تھی۔ لیکن میرا دماغ اس نقطے پر مرکوز تھا۔۔ روحی کو فرحین کل رول نمبر اُنیس یعنی روحی بہت ٹینس تھی۔ ہے تو اس کو پرسنل معاملہ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟؟؟

بات کا سٹارٹ اس نے لیا۔۔ ایک غیر مرئی قوت میرا مسلہ حل کرتی گئی۔ پانچ منٹ میں اس نے مسلہ کا حل پیش کر دیا۔ میڈم میں ان پڑھ غریب ماں باپ کا بیٹا ہوں۔ میں ایم فل کے پی ایچ ڈی کا خواب دیکھ رہا ہوں، سول سروس میں منتخب ہو کر بھی اسے اپنے مذاج اور نصب العین کے مطابق نہ پا کر میں لیکچرار شپ کر رہا ہوں۔۔ اگر آپ مناسب سمجھیں میں آپ کا داماد بننا اپنا اعزاز اور انعام سمجھوں گا۔۔ آپ مجھے آخری سانس تک مخلص پائیں گی۔۔ رات کا خواب میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔۔

اس کی تعبیر تک پہنچنے کے لیے چھوٹے بڑے کئی مسائل پیدا ہوئے۔۔۔ کئی رکاوٹیں آئیں۔۔ سٹیٹس کا فرق، مادری زبان، رہن سہن، سب کا فعق لوگوں کو کھٹک رہا تھا لیکن مجھے رب کے فیصلے پر ہاں کرنی تھی میں نے مناسب لفظوں میں روحی کو بتا کر اس کی رضامندی لے لی۔ جو کہ اس نے دینا ہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ماں کو پریشان کرنے سے اس کی زندگی کبھی خوشی سے نہیں گھرے گی۔

اگلے ہفتے میں نکاح ہوا۔۔ پھر احسان کو لاہور شفٹ ہونے، پی ایچ ڈی کا ریسرچ ورک، مقالہ مکمل کرنے میں تین ساڑھے تین سال لگے لیکن اس نے روحی کو جس طرح تحفظ کا احساس دیا۔

اس کی ضروریات کو پورا کیا۔۔

جس طرح ہر سانس، ہر مرحلے پر اس نے روحی کا خیال رکھا میں اسے اللہ کا احسان ہی نہیں انعام سمجھتی ہوں۔۔ ہاوس جاب مکمل ہونے پر اس کے جڑواں بیٹے تین سال کے ہو چکے تھے اور اب وہ نئی خوشخبری دینے والی تھی۔۔

اس کے گھر جا کر غیر اور اپنے سب محسوس کرتے یہ گوشہء جنت ہے۔ اس کے بچے پھولوں سے نازک، پیارے اور محبتی ہیں۔ اور اپنی جنت میں آباد اور خوش ہیں۔۔ اپنی تقدیر پر شکر ہی شکر کرنے والے اس جوڑے کو دیکھ کر میں بھی سجدہ شکر بجا لاتی ہوں اور اکثر سوچتی ہوں۔ مالک تو نے کس کی کس نیکی کو پسند کیا اور میری آولاد کی آنکھوں کی

ٹھنڈک بنادیا۔۔

مرحوم شوہر کی، روحی کی؟ احسان کی یا کسی اور کی۔۔۔؟؟؟ اسے ان کی نیندیں اڑانے سے، تالاب کی ایک گندی مچھلی کے اثرات بد کو ختم کرنے کے لیے میرا یہ فیصلہ بہترین تھا۔۔

میں نے جو کیا میرے والدین اور شوہر نے بھرپور ساتھ دیا۔۔ میرے بچے پیدا ہوئے تو میرے سسرال اور والدین نے ان کو کئی گنا زیادہ پیار دیا۔۔ ان کو سنبھالا۔

میرے شوہر کی بس ایک ہی شرط تھی کہ ڈاکٹر بننے کے بعد ان کو کبھی نہ بھولنا جن کے لیے اور جن کی دعاوں سے ڈاکٹر بنو گی

اور ڈاکٹر بننے سے ہاوس جاب مکمل کرنے تک ایک ایک سانس پر میں اپنے شوہر کی توجہ اور معاونت کی محتاج رہی ۔ اللہ نے جب چھپڑ پھاڑ کے، میری اوقات سے مجھے نوازا تو مجھے اللہ کی ان پیارے بندوں کو یہ توجہ دینے اور محبتوں کا ریٹرن دینے میں کنجوسی نہیں کرنی چاہیے

لیکن ایک سوال اکثر میرے ذہن میں کلبلاتا رہتا ہے نیکی، بیج کی طرح مناسب ماحول کی محتاج ہوتی ہے۔۔ اگر اسکو قبول نہ کیا جائے اس کو سراہا نہ جائے وہ سڑک پر پڑے پاوں تلے آنے والے بیج کی مانند ہو جاتی ہے، اللہ مجھے نواز رہا ہے تو اتنے نوازنے میں کسی نہ کسی کی نیکی اسے پسند آئی ہو گی۔۔۔ لیکن کسی کی؟؟؟

میرا نام فرحین فیروز ہے۔ فیروز رفیع میرے مرحوم والد کا نام ہے۔۔ جب میری شادی آج سے پینتیس سال قبل ہوئی تو میں نے نکاح نامہ کے اندراجات فل کرتے ہوئے اپنے شوہر کا نام افتخار محمود پڑھ کر سوچا کہ من اپنا نام فرحین افتخار کی بجائے فرحین افتخار ہی رکھوں گی۔۔ مجھے شادی کے چند لمحوں کے بعد ہی میاں کے نام کا دم چھلا لگانا، اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ افتخار کو جب میرے خیالات کا پتہ چلا تو انہوں نے بزور شمشیر اس نام کو بدلوانے کی کوئی ضرورت محسوس

نہیں کی۔۔ان کے خیال میں شوہر بدلا جاسکتا ہے والد نہیں لہذا۔۔انہیں میرے اس فیصلے پر قطعی اعتراض نہیں ہے
اس ایک فیصلے نے میرا دل جیت لیا۔۔۔دل تو ہے ہی نازک بستی۔۔پل میں آباد۔۔پل میں برباد۔۔۔اللہ نے مجھے
ان کی رفاقت میں نو سال آباد رکھا، جب ان کا وجود، ہارٹ اٹیک کو برداشت نہ کرسکنے پر چند

گھنٹوں میں، ان کی میت مین سامنے پڑا پایا تو جیسے ایک دھوپ تھی جو آفتاب اپنے ساتھ لے گیا۔۔
ایک چاندنی تھی، جو چاند کے افق پار چلے جانے پر ختم ہو گئی۔
میں نے ان نو سالوں کی رفاقت میں بہت کچھ سیکھا۔ وہ بہت برے ادارے کے بی ایم تھے۔ میں سائیکلوجی میں گولڈ
میڈلسٹ۔۔۔ میں نے جاب کا ارادہ کیا تو مجھے آج بھی ان کا جواب بھول نہیں پا رہا۔
مرد کی کمائی اگر حلال کی ہو۔۔۔برکت والی ہوتی ہے۔۔میں ہمیشہ سے حلال کماتا ہوں اور ٹینشن فری تنخواہ تمہارے
ہاتھ پر رکھتا ہوں، جس دن میری کمائی میں حرام کا ایک روپیہ بھی شامل ہوا، میری آمدنی سے برکت اُٹھی، تم بہت
شوق سے اپنی ماسٹر کی ڈگری کو استعمال کر لینا۔ اپنی عدت پوری کرنے کے بعد میں نے پہلا قدم مقامی انٹر کالج میں
جاب کے لیے اپلائی کرنے سے کیا۔
دوسرا قدم میں نے سائیکلوجی کے لیے اپنے مقالیے کو کتابی شکل میں لانے اور ٹیکسٹ بک بورڈ کے حوالے کرنے کا
کیا۔ میں نے اپنی زندگی میں وقت کی قدر و قیمت اپنے شوہر کے انتقال کے بعد زیادہ کی۔۔۔ان کے چلے جانے سے
مجھے اس دنیا میں سب سے عارضی سب سے ناپائیدار اور سب سے بے یقینی ہی زندگی سے ہوئی۔
اگر اگلا لمحہ میرا نہ ہوا؟؟؟
مجھے جو کرنا ہے آج ہی کرنا ہے۔ ایک مشہور اسکالر کا یہ قول مجھے اپنی بیوگی کے ایام میں بارہا یاد آیا۔ کہ ڈاکٹر کیسے بنا
جائے

میں نے بے دھیانی میں اس منظر کے نیچے نظر ڈالی۔ جعلی حروف میں سورہ ملک کی آیت تھی جس کا ترجمعہ کچھ یوں تھا ۔ کیا وہی نہ جانے گا جو بہت باریک ترین باخبر ہے۔۔۔۔۔۔ بارک بین اور باخبر۔۔۔

میرا لاشعور، شعور کی طرف آرہا تھا۔۔

ایک دم مجھے خوشی ہوئی۔۔۔ اللہ اس معاملے کی خبر رکھتا ہے۔۔ وہ ضرور مجھے گائیڈ کرے گا۔۔ میں نے تیزی سے اپنی بک شیلف سے کتاب نکالی۔ صفحہ نمبر بیالیس پر دعا استخارہ درج تھی۔

ہاں۔۔۔ میری ماں سے ستر گناہ زیادہ پیار کرنے والا۔۔ میرا مہربان اللہ مجھے ضرور صیح مشورہ دے گا۔۔ اب مجھے افسوس ہو رہا تھا، یہ خیال پہلے مجھے کیوں نہیں آیا۔۔۔ میں نے بے چینی سے پہلو بدلتی روحی کو دیکھا جو آج کل سارا دن بورڈ میں تقسیم انعامات کی تقریب میں سٹیج پر، سٹیج سے اتر کر، بے پناہ رنجیدہ تھی۔

میں نے وضو کیا دو نفل پڑھے اور دعا استخارہ پڑھ کر اپنی پریشانی اپنا مسلہ اس کی جھولی میں ڈال دیا۔ جس نے اپنوں کو کبھی مایوس نہیں کیا۔ مجھے نہیں یاد مجھے کب نیند آئی۔۔۔ کتنی دیر سوئی۔۔

فجر کی آذان کے وقت میری آنکھ کھلی تو موذن حی الفلاح کے الفاظ ادا کر رہا تھا۔

تاریکیوں کو چیرتی، فلاح کی طرف بلانے کی آواز نے ماحول کو بہت مبارک کر دیا تھا۔۔

یہ میں ابھی کیا دیکھ رہی تھی۔ یا خدایا کونسا منظر تھا؟؟؟ میں نے دلدل اور کیچڑ کو پھلانگ کر سڑک کے داہیں طرف اس خوبصورت

انوکھے اور مسحور کن پرندوں کو چہچہاتے دیکھ رہی ہوں۔ اس گھر کے باہر نیم پلیٹ کی جگہ۔ پھولوں سے موٹا موٹا لکھا ہوا ہے گوشہء جنت۔ میں بے دھڑک اندر داخل ہوئی۔۔ اف میرے خدایا۔۔ پھلوں سے لدے اور پھولوں سے سجے

اس باغ میں دو بچے دو بچیاں کھیل میں مگن ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی دیکھتے مجھے نانو کہتے ہوئے چمٹ گئے۔ چاروں طرف سبزہ۔ ہریالی، پیار۔۔۔۔ پھوار۔۔۔ میں تھوڑا سا آگے جاتی ہوں تو بیچوں بیچ ایک بے حد خوبصورت آراستہ و پیراستہ تخت ہے جس پر روحی ریشمی لباس زیب تن کیے ہوئے ہے۔۔۔ میں اس کو دیکھ کر آگے بڑھتی ہوں تو میرا منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے۔۔۔ مہر احسان احمد۔۔۔ اس تخت کی بیک پر گاؤ تکیے کی بجائے روحی کے ی بیک پر کھڑا ہے ۔۔۔ روحی کے چہرے پر خوشی ہی خوشی ہے اور مہر احسان کے چہرے پر محبت ہی محبت۔۔۔ میں حیرانی سے پوچھتی ہوں مہر احسان آپ؟

وہ جواب دیتے ہیں مہر انعام۔۔۔

میں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوں اور کچھ پوچھنا چاہتی ہوں میری آنکھ کھل جاتی ہے کیسا واضع اشارہ۔۔۔ خواب تھا یا کسی ڈرامے کا سین۔۔

میری آنکھ کھلتے ہی موذن کی حی الفلاح کی آواز پر ساری رات کی بے چینی دار ہو چکی تھی میں پھولوں سے زیادہ اپنے آپ کو ہلکا محسوس کر رہی تھی۔۔

اگلے دن مین وقت سے پہلے ہی کالج چلی گئی اور فزکس کے تیسرے پریڈ میں مہر احسان کا انتظار کیے بغیر انہیں کال کر لیا۔۔۔

الجھن صرف یہ تھی کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ، یا منگنی شدہ ہوا۔۔

یا پھر میں بات کا آغاز کیسے کروں۔۔۔؟ من نے اب تک اس سے چھپا رکھا تھا کہ روحی میری سٹوڈنٹ ہی نہیں میری بیٹی بھی ہے۔۔۔ جب اسے پتہ چلے گا وہ کیسے ری ایکٹ کرے گا؟؟؟

کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا۔۔ آتے ہی اس نے سوال کیا۔۔ میڈم

اختتام